سیر و سوانح

مفتی محمد عوضؒ

—— ڈاکٹر اقبال حسین

۱۷۷۴ء میں روہیلوں کے عظیم رہنما حافظ رحمت[1] خاں کی میرن پور کٹرا[2] کی جنگ میں شہادت کے بعد، روہیلکھنڈ سے روہیلوں کا اقتدار اٹھ گیا اور شجاع الدولہ، نواب اودھ کی حکومت قائم ہو گئی۔ تبدیلیٔ حکومت کے باوجود، مجموعی طور پر نظام حکومت جوں کا توں برقرار رہا، صرف اعلیٰ عہدوں پر اودھ کے نواب اور ایسٹ انڈیا کمپنی، جو حکومت اودھ کی حلیف تھی، کی مرضی سے افراد کا تقرر ہونے لگا تھا۔

روہیلے افغان تھے اور طبعاً بہت مذہبی تھے۔ حافظ رحمت خاں کے دور حکومت میں احکام شرعی کی پابندی پر بھی توجہ تھی۔ جابجا شرعی عدالتیں قائم تھیں۔ دینی مدارس بکثرت موجود تھے جن کو روہیلہ حکمراں کی طرف سے مالی امداد بھی ملتی تھی۔ حافظ رحمت خاں خود بھی دینی علوم کی اشاعت میں بہت دلچسپی لیتے تھے[3]۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ صاحب کے دور حکومت میں جابجا محکمہ افتا بھی قائم تھا جس میں باصلاحیت علماء افتا کے فرائض انجام دیتے تھے۔

---

[1] حالات زندگی کے لئے ملاحظہ ہو، گلستان رحمت (فارسی) تالیف مستجاب خاں، سید الطاف علی، حیات حافظ رحمت خاں (اردو) [2] ضلع شاہجہاں پور یوپی میں واقع ہے۔
[3] گلستانِ رحمت (قلمی نسخہ، علی گڑھ) ص ۳۳۰، ۲۲۹

شہر بریلی کو روہیلہ عہد میں بہت اہمیت حاصل تھی۔ یہ شہر تجارتی اور علمی مرکز تھا اس شہر میں افتاء کے فرائض مفتی محمد عیوض صاحب کے سپرد تھے[1]۔ مفتی محمد عیوض بن درویش کا سلسلہ نسب خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ سے ملتا ہے۔ آپ بدایوں کے باشندہ تھے۔ مفتی صاحب کے چچا اور بھائی تھے۔ آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت آپ کے بڑے بھائی کی نگرانی میں ہوئی تھی[2]۔ بعد ازاں آپ نے مشہور زمانہ عالم مولانا عبدالعلی بحر العلوم فرنگی محلی سے بھی تعلیم حاصل کی[3]۔ مفتی عیوض، حصول علم کے بعد درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے تلامذہ میں مولانا فضل امام اور سید آل حسن قابل ذکر ہیں[4]۔

مفتی عیوض صاحب، حافظ رحمت خاں کے عہد میں بریلی کی افتاء پر فائز ہو چکے تھے۔ علمی اور دینی اشتغال کی وجہ سے آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ حافظ رحمت خاں اور ان کی شہادت کے بعد ان کے خانوادہ سے آپ کے خصوصی تعلقات ہونے کی وجہ سے[5] بھی عوام میں آپ کا بہت عزت و احترام تھا۔ آپ تمام امور میں پورے طور پر احکام شرع کے کاربند تھے۔ کہا جاتا ہے کہ روہیلوں کے زوال کے بعد ایک شرعی مسئلہ پر جو نواب آصف الدولہ کے سامنے اٹھا تھا کسی سے بحث ہو گئی۔ مفتی صاحب نے بے خوف مسئلہ کی وضاحت کر دی جو بہر حال نواب کے مزاج اور مسلک کے برعکس تھی[6]۔ مفتی صاحب کی صاف گوئی، مذہبی امور میں مصلحت وقت یا دنیاوی مفاد کے خیال سے کوئی مفاہمت نہ کرنے کی روش کی وجہ سے، ان کو پورے روہیل کھنڈ میں

---

[1] گلستان رحمت ص۲۲۲، محمد وجیہہ الدین اشرف "بحر ذخار" (قلمی نسخہ علی گڑھ) جلد دوم ص۲۵۹۵

[2] صدیق حسن، تاریخ قنوج (قلمی، نسخہ علی گڑھ) ص۲۶۶-۲۶۷، اکمل التواریخ، (مطبوعہ) (مولف محمد یعقوب ضیا) جلد اول ص۴۷-۴۶ [3] بحر ذخار، جلد دوم، ص۲۵۹۵، اکمل التواریخ جلد اول، ص۴۷-۴۶ [4] اکمل التواریخ، جلد اول ص۴۷-۴۶ [5] گلستان رحمت ص۲۲۲

[6] بحر ذخار، جلد دوم ص۲۵۹۵

بڑی عزت اور احترام سے دیکھا جاتا تھا۔

۱۷۷۴ء کی جنگ کے بعد صرف ۲۷ برس تک ہی نوابین اودھ، روہیل کھنڈ پر قابض رہ سکے۔ انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی کی شاطرانہ چالوں کی وجہ سے حکومت اودھ دن بہ دن قرض کے بوجھ تلے دبتی گئی۔ چنانچہ ادائیگی قرض کی علت میں ۱۸۰۱ء میں روہیلکھنڈ ایسٹ انڈیا کمپنی کے حلقہ اقتدار میں آگیا۔ روہیلکھنڈ کے عوام اور بالخصوص روہیلے پہلے ہی سے انگریزوں سے ناراض تھے۔ کیونکہ روہیلکھنڈ کی تسخیر میں انگریز، نواب شجاع الدولہ کے فوجی حلیف تھے[۱] اودھ کے ۲۷ سالہ دور حکومت میں، روہیلکھنڈ میں غربت، بدامنی اور استحصال کا اضافہ ہوا تھا[۲] انتظامیہ کا وہ ڈھانچہ تو کم وبیش برقرار رہا جو روہیلوں کے عہد میں قائم کیا گیا تھا، لیکن ایسے اہلکاروں کا اضافہ ہو چکا تھا جو فرض شناس اور ایماندار کم ہی تھے، مزید برآں ضلع میں اب دو چار بڑے حاکم انگریز مقرر ہونے لگے تھے۔ مفتی عیوض صاحب بہرحال انگریزی حکومت کے قیام کے بعد بھی بدستور محکمہ افتاء پر سرفراز رہے لیکن نئی حکومت کو نہ روہیلکھنڈ کے مسائل سے آگہی تھی اور نہ ہی دلچسپی اس کا واحد مقصد تھا حصول زر، خواہ کسی بھی طرح ہو۔ چنانچہ کمپنی کی حکومت نے ۱۸۱۲ء میں لگان کی در میں اضافہ کر دیا[۳] روہیلکھنڈ کے عوام جن میں بڑی معقول تعداد روہیلوں کی تھی، اضافہ لگان سے متاثر ہوئے لیکن کوئی مزاحمت نہ کر سکے۔ ۱۸۱۴ء میں انگریزی حکومت نے ایک اور قانون پاس کر دیا جس کے تحت سے بھی چوکیداری ٹیکس وصول کرنا تھا[۴] ——— اس قانون کا مقصد

۱۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، غلام حسین طبا طبائی، سیر المتاخرین (فارسی، مطبوعہ) جلد سوم ص ۳۸ ـ ۹۲۶ غلام علی نقوی، عماد السعادت (مطبوعہ) ص ۱۱۸-۱۱۱، سر جان اسٹریچی "ہسٹنگز اینڈ روہیلا وار"۔ ۲۔ بشپ ہیبر "نیرٹیو آف اے جرنی ....." لندن ۱۸۲۸ء، جلد اول ص ۳۴۳، اٹکنسن، جلد پنجم ص ۶۷۶، تھارنٹن "اے گزیٹر آف دی ٹریٹریز انڈر دی گورنمنٹ آف ایسٹ انڈیا کمپنی... لندن ۱۸۵۴ء، جلد اول، ۲۶۲۔ ۳۔ اٹکنسن، "اسٹیٹسٹکل اکاؤنٹ ....." جلد پنجم، ص ۶۷۶۔

۴۔ مارکوئیس آف ہسٹنگز، "دی پرائیوٹ جرنل .... ، الہ آباد ۱۹۰۷ء، ص ۲۴۹

یہ تھا کہ بڑے شہروں میں پولیس کی تنظیم قائم کی جائے اور ان کے اخراجات کی کفالت، چوکیداری ٹیکس لگا کر کی جائے۔ چوکیداری ٹیکس کے قانون کا نفاذ روہیلکھنڈ کے دوسرے شہروں میں بغیر کسی احتجاج کے ہوگیا، لیکن بریلی پر جہاں اب بھی حافظ رحمت خاں کے اخلاف آباد تھے، اور مفتی عیوض صاحب، افتا کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ صدائے احتجاج بلند ہوئی۔[1] مفتی صاحب نے چوکیداری ٹیکس کو مسلمانوں کے لئے جزیہ تصور کیا اور یہ فتویٰ دیدیا کہ یہ ٹیکس قطعی طور پر ناجائز اور غیر شرعی ہے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کی حکومت ایک غیر شرعی حکومت تھی مفتی صاحب کا فتویٰ صادر کرتے وقت غالباً یہ بھی خیال تھا کہ نئی حکومت کو اس طرح ٹیکس نافذ کرنے کا حق نہیں ہے۔ بہر نوع مفتی عیوض صاحب کے چوکیداری ٹیکس کے خلاف فتویٰ صادر کرنے اور اس کی وضاحت کر دینے کی وجہ سے عام مسلمان اس ٹیکس کے خلاف ہوگئے۔ ان کے ساتھ بریلی کے ہندو بھی شریک تھے۔[2] اس صورت حال نے مقامی حکام کو سخت پریشانی میں ڈال دیا اور انھوں نے اس سے نپٹنے کے لئے سخت رویہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔[3] نتیجہ یہ ہوا کہ عوام اور اہل کاران حکومت کے درمیان ٹکراؤ کے امکانات بڑھ گئے۔ بہرحال ٹیکس کے مخالفین نے حکام ضلع سے تصادم سے بچنے کے لئے سہولت کے ساتھ معاملہ طے کرنا چاہا اور ضلع مجسٹریٹ، مسٹر ڈمبلٹن کے سامنے عرضداشت پیش کی لیکن ضلع مجسٹریٹ کے غیر مہذبانہ رویہ اور بے توجہی کی وجہ سے حالات اور بگڑ گئے۔[4] بریلی کے عوام نے اپنے غم و غصہ کے اظہار کے لئے شہر میں ہڑتال کردی جس کی وجہ سے شہری زندگی اور انتظامیہ مفلوج ہو کر رہ گئے۔[5] ڈمبلٹن نے عوام کے

۱؎ دی پرائیوٹ جرنل ..... "، ص ۲۵۰، اکمل التواریخ، جلد اول، ۴۷، ۴۶

۲؎ دی پرائیوٹ جرنل ..... ، ص ۲۵، تاریخ قنوج، ص ۶۷-۲۶۶

۳؎ اٹکنسن، جلد پنجم، ص ۶۷۷، دی پرائیوٹ جرنل ..... ، ص ۲۵۰

۴؎ دی پرائیوٹ جرنل ..... ص ۲۵، تاریخ قنوج ص ۶۷-۲۶۶

۵؎ اٹکنسن، جلد پنجم، ص ۷۷-۶۷۶

اتحاد کو ختم کرنے کی غرض سے طاقت کا استعمال شروع کر دیا۔ ایک غیر مسلم، جابر اور بد دماغ کوتوال کو، جو اپنی ظالمانہ حرکتوں کے لئے بدنام بھی تھا[1] نئے ٹیکس کے نفاذ کے جائزہ کے کام پر مقرر کر دیا۔ کوتوال کی سخت گیری سے حالات اور بگڑ گئے۔

ضلع مجسٹریٹ، ڈمبلٹن نے بریلی میں نئے قانون کے تحت چوکیداری ٹیکس کی تحصیل کے کام کی ابتدا اپنی نگرانی میں کرنے کا فیصلہ کرتے ہوئے ۱۶ اپریل ۱۸۱۶ء کی تاریخ بھی مقرر کر دی[2]۔ اس ٹیکس کے حصول کی خلاف ورزی کے لئے، مسلمانوں اور ہندوؤں کی کثیر تعداد، ۱۶ اپریل کو صبح ہی سے مفتی عیوض صاحب کے مکان کے قریب جمع ہو گئی۔ مفتی عیوض صاحب نے پیرانہ سالی کے باوجود ان کی قیادت فرماتے ہوئے ضلع مجسٹریٹ کی راہ مسدود کرا دی[3]۔ ضلع مجسٹریٹ عوام کے باغیانہ انداز سے سخت برہم ہوا اور اس نے اپنے محافظ گھوڑ سوار دستہ کو راہ بنانے کا حکم دیدیا جس کی وجہ سے مخالفین ٹیکس سے تصادم ہو گیا اور تین گھوڑ سوار ہلاک اور چار زخمی ہو گئے[4]۔ ڈمبلٹن نے جلد ہی پولیس کو یکجا کر کے مظاہرین کے خلاف استعمال کیا[5] دوبارہ تصادم اور پھر اندھا دھند فائرنگ کے نتیجہ میں سات افراد ہلاک اور بہت سے زخمی ہو گئے۔ حکام کی بربریت کے باوجود، مظاہرین اپنے موقف پر اڑے رہے۔ مفتی عیوض جو اس قضیہ میں مجروح ہو گئے تھے، محفوظ مقام پر منتقل کر دیئے گئے[6]۔ حکومت کے جابرانہ اور نئے

---

[1] تاریخ قنوج، ص۲۶۶، اٹیکنسن، جلد پنجم، ص۶۷۷۔

[2] دی پرائیوٹ جرنل..... ص۲۵   [3] دی پرائیوٹ جرنل..... ص۲۵، تاریخ قنوج، ص۲۶۶   [4] دی پرائیوٹ جرنل..... ص۲۵، اٹیکنسن، جلد پنجم، ص۶۷۷

[5] دی پرائیوٹ جرنل..... ص۲۵، اٹیکنسن، جلد پنجم، ص۶۷۷ صرف افراد کے ہلاک ہونے کی تائید کرتا ہے۔

[6] اٹیکنسن، جلد پنجم ص۶۷۷

ٹیکس کے خلاف اب مفتی صاحب نے حسینی باغ (بریلی) میں علم جہاد بلند کردیا[1] عام مسلمانوں کو جہاد میں شرکت کی اجازت دیتے ہوئے مفتی صاحب نے اعلان کردیا کہ انگریزی حکومت کے تحت اسلام کو خطرہ ہے۔ اعلان جہاد کی خبر عام ہوتے ہی دو دنوں کے اندر پانچ ہزار روہیلہ پٹھان تلواروں اور آتشیں اسلحہ سے لیس ہوکر مفتی صاحب کے گرد جمع ہوگئے[2] مقامی حکام کے لئے صورت حال نازک ہوچکی تھی۔ ان کے پاس اتنی طاقت نہیں تھی کہ اتنے مسلح افراد کا مقابلہ کرسکیں۔ چنانچہ مصلحتاً انھوں نے گفت وشنید شروع[3] کی تاکہ وقت مل جائے اور وہ باہر سے کمک حاصل کرسکیں۔

دریں اثنا اعلان جہاد کی خبریں قریب کے اضلاع، رام پور، پیلی بھیت، بجنور، بدایوں اور شاہجہاں پور تک پھیل گئیں[4] اطراف وجوانب سے جہاد میں شرکت کے شوق اور اسلامی شعار کے تحفظ کے لئے روہیلوں کی کثیر تعداد بریلی میں وارد ہونے لگی۔ ۱۸ اپریل ۱۸۱۶ء تک مزید ۱۲ ہزار مسلح افراد بریلی میں محمدی پرچم تلے جمع ہوچکے تھے[5] جن کی قیادت مفتی صاحب خود کررہے تھے۔ چونکہ حکام ضلع نے گفتگو کا سلسلہ شروع کررکھا تھا، اس لئے مفتی صاحب کی جانب سے مندرجہ ذیل چار شرطیں پیش کی گئیں[6]۔ اول، چوکیداری ٹیکس منسوخ کیا جائے۔ دوم شہر کوتوال کو شہریوں کے حوالہ کیا جائے تاکہ شرع کے مطابق اس سے بازپرس کی جائے اور سزا دی جائے۔ سوم، پولیس فائرنگ میں ہلاک ہونے والوں کے وارثین کو معقول معاوضہ ادا کیا جائے، چہارم، تمام مظاہرین چوکیداری ٹیکس کے لئے عام معافی کا اعلان کردیا جائے، جو حکومت کے خلاف صف آرا ہیں[7] چونکہ

۱؎ تاریخ قنوج، ص۲۶۶-۲۶۵، دی پرائیوٹ جرنل .... ۵۲-۲۵۱، اٹیکنسن، جلد پنجم ص ۶۷۸
۲؎ دی پرائیوٹ جرنل .... ص۵۲-۲۵۱ ۳؎ دی پرائیوٹ جرنل ص۲۵۱
۴؎ اٹیکنسن، جلد پنجم، ص۷۸-۶۷۷، دی پرائیوٹ جرنل ..... ص۲۵۲ ۵؎ دی پرائیوٹ جرنل .... ص۲۵۲ ۶؎ دی پرائیوٹ جرنل .... ص۲۵۲، اٹیکنسن جلد پنجم، ص۷۸-۶۷۷
۷؎ دی پرائیوٹ جرنل ص۲۵۱

حکام ضلع صرف دفع الوقتی کے لئے گفتگو کا سلسلہ چلا رہے تھے، اس لئے انھوں نے تمام مطالبات مسترد کر دیئے۔ اُن کا رویہ اب مفتی صاحب اور ان کے رفقاء کی طرف مزید سخت ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کسی نے ضلع سرکٹ جج کے فرزند کو ہلاک کر دیا[1]۔ حکام نے چوکیداری ٹیکس کے خلاف تحریک کو کچلنے کے لئے کافی سپاہ جمع کر لی تھی۔ ڈسٹرکٹ سرکٹ جج، مسٹر لیسٹر کے بیٹے کے قتل نے انھیں بدحواس کر دیا تھا۔ معاملات کے طے کرنے میں مزید تاخیر خطرناک ہو سکتی تھی اس لئے حکام نے چوکیداری ٹیکس کے خلاف ۱۸ راپریل ۱۸۱۶ء کو مظاہرین پر اچانک مسلح حملہ کرا دیا[2]۔ مظاہرین نے بھی مدافعانہ کارروائی کی۔ گھسان کی جنگ ہوئی جس میں دو سو سے زیادہ روہیلے شہید ہوئے اور بہت سے گھائل ہو گئے[3]۔ اتنا بڑا جانی نقصان ہونے کی وجہ سے روہیلے پست ہمت ہو گئے اور انھوں نے میدان چھوڑ دیا۔ مفتی عیوض صاحب کی فوجی طاقت روہیلے ہی تھے، ان کے پیچھے ہٹ جانے کی وجہ سے تحریک بری طرح متاثر ہوئی، اور بالآخر ناکام ہو گئی۔ حکام کے اچانک حملہ آور ہونے کی وجہ غالباً یہ بھی تھی جیسا کہ مارکوئیس آف ہسٹنگز نے کہا ہے کہ اگر یہ تحریک مزید دو دنوں تک جاری رہی ہوتی تو پورا روہیل کھنڈ انگریزی حکومت کے خلاف صف آرا ہو گیا ہوتا[4]۔

تحریک کی ابتدا صرف اس جذبہ کی بنا پر کی گئی تھی کہ نئے حکمراں غیر اسلامی ٹیکس کا نفاذ چاہتے تھے۔ تحریک کا آغاز بے سروسامانی کے باوجود جس بے باکی اور جرات سے کیا گیا وہ قابل ستائش ہے۔ تحریک اور پھر جہاد میں شریک ہونے کے لئے جس انداز میں روہیلے مفتی صاحب کے گرد جوق در جوق جمع ہو رہے تھے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حرارتِ ایمانی دلوں میں کس حد تک پیدا ہو گئی تھی۔ بہر نوع تحریک کا یہ رخ

---

[1] دی پرائیوٹ جرنل ... ص۵۲، ۲۵۲، اٹیکنسن، جلد پنجم ص۶۷-۶۶ ، [2] دی پرائیوٹ جرنل... ص۵۳، ۲۵۲ [3] دی پرائیوٹ جرنل ص۵۳، ۲۵۲ [4] دی پرائیوٹ جرنل ص۵۳، ۲۵۲

بھی قابل توجہ ہے کہ صرف چند سال بعد سید احمد شہید نے بھی عَلَم جہاد بلند کیا تھا لیکن سید صاحب نے جہاد کے آغاز کے لئے حکومت انگریزی کے بجائے سکھوں کی حکومت کا انتخاب کیا تھا، جو بہر حال زیادہ جابر اور اسلام دشمن تھی، لیکن مفتی عوض صاحب اور سید احمد شہید کے درمیان قدر مشترک اور جذبات کی ہم آہنگی کے باوجود ایک فرق واضح ہے کہ مفتی صاحب نے اپنی پیرانہ سالی کے باوجود، انگریزی حکومت کی حدود میں رہتے ہوئے، استقلال و پامردی کے ساتھ نعرہ جہاد بلند کیا تھا۔ ہندوستان میں انیسویں صدی عیسوی میں سید احمد شہیدؒ سے پہلے مفتی عیوض صاحب کی واحد شخصیت نظر آتی ہے جس نے اسلامی نظام اور احکام شرعیہ کی پامالی کو نہ برداشت کر کے علم جہاد بلند کیا تھا اس لئے اس میدان میں آپ سید صاحبؒ کے پیش رو کہے جا سکتے ہیں۔

مفتی عیوض صاحب میں بہر حال سید صاحب کے مقابلہ میں سیاسی بصیرت، تنظیمی صلاحیت، سپاہیانہ تجربات، اور انتظامی صلاحیت کی کمی تھی کیونکہ جہاد کا نعرہ بلند کرنے سے پہلے انھوں نے نہ کوئی تنظیم قائم کی تھی اور نہ ہی جہاد کو کامیابی سے اختتام تک پہنچانے کے لئے کوئی عسکری نظم ہی قائم کیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جنگی ناتجربہ کاری کا فائدہ اٹھا کر انگریزی حکام نے ایک ہی حملہ میں تحریک پر کاری ضرب لگادی۔ اگر مفتی صاحب میں فوجی قیادت کی بھی صلاحیت ہوتی تو روہیلوں کی عسکری صلاحیتوں سے فائدہ اٹھا کر وہ تحریک کو زیادہ دنوں تک چلا سکتے تھے۔ اور شاید کامیاب بھی ہو جاتے۔

چوکیداری ٹیکس کے خلاف تحریک کی ناکامی اور پولیس فائرنگ کے بعد، مفتی عیوض صاحب دل برداشتہ ہو کر رام پور مراجعت کر گئے اور چند دنوں کے بعد ٹونک (راجستھان) چلے گئے جہاں ایک سال کے بعد ہی آپ کا انتقال ہو گیا[۱] اس طرح انیسویں صدی کی ابتدا میں اسلامی شعار کی حمایت کرنے والا یہ مرد مجاہد، تاریخ کے اوراق میں اپنے کارنامے چھوڑ کر داعی حق سے جا ملا۔ رحمہ اللہ۔

---

[۱] تاریخ قنوج، ص۲۶۹، اکمل التاریخ، جلد اول ص ۴۶-۷۴